رباعیات

بعد از اتمامِ بزمِ عیدِ اطفال
ایّامِ جوانی رہے ساغر کشِ حال
آ پہنچے ہیں تا سوادِ اقلیمِ عدم
اے عمرِ گزشتہ یک قدم استقبال

دیگر

ہر چند کہ دوستی میں کامل ہونا
ممکن نہیں یک زبان و یک دل ہونا
میں تجھ سے اور مجھ سے تُو پوشیدہ
ہے مفت نگاہ کا مقابل ہونا

دیگر

شب زلف و رخِ عرق فشاں کا غم تھا
کیا شرح کروں کہ طرفہ‌تر عالم تھا
رویا میں ہزار آنکھ سے صبح تلک
ہر قطرۂ اشکِ چشمِ چشمِ نم تھا

دیگر

دل تھا کہ جو جانِ دردِ تمہید سہی
بیتابیِ رشک و حسرتِ دید سہی

ہم اور فسردن اے تجلّی افسوس
تکرار روا نہیں تو تجدید سہی

دیگر

سامانِ ہزار جستجو یعنی دل
ساغرکشِ خونِ آرزو یعنی دل
پشت و رخِ آئنہ ہے دین و دنیا
منظور ہے دو جہاں سے تُو یعنی دل

دیگر

اے کاش بتاں کا خنجرِ سینہ شگاف
پہلوئے حیات سے گزر جاتا صاف
اک تسمہ لگا رہا کہ تا روزے چند
رہیے نہ مشقّتِ گدائی سے معاف

دیگر

اے کثرتِ فہمِ بے شمار اندیشہ
ہے اصلِ خرد سے شرمسار اندیشہ
یک قطرۂ خون و دعوتِ صد نشتر
یک وہم و عبادتِ ہزار اندیشہ

دیگر

دل سوزِ جنوں سے جلوہ منظر ہے آج
نیرنگِ زمانہ فتنہ‌پرور ہے آج

یک تارِ نفس میں جوں طنابِ صنّاع
ہر پارۂ دل برنگِ دیگر ہے آج

دیگر

گر جوہرِ امتیاز ہوتا ہم میں
رسوا کرتے نہ آپ کو عالم میں
ہیں نام و نگیں کمیں گہِ نقبِ شعور
یہ چور پڑا ہے خانۂ خاتم میں

دیگر

ہے خلق حسد قماش لڑنے کے لیے
وحشت کدۂ تلاش لڑنے کے لیے
مغرورِ وفا نہ ہو کہ جوں کاغذِ باد
ملتے ہیں یہ بدمعاش لڑنے کے لیے

دیگر

مشکل ہے ز بس کلام میرا اے دل
سُن سُن کے اُسے سخنورانِ کامل
آساں کہنے کی کرتے ہیں فرمایش
گویم مشکل وگرنہ گویم مشکل

خاتمۂ دیوان کے بعد جلد ساز نے جو سادہ اوراق لگائے ہیں اُن میں پانچ صفحوں پر بد خط اور غلط نگار کاتب نے حسب ذیل غزلیں نقل کی ہیں ۔ (یہ تمام غزلیات نسخۂ شیرانی کے متن میں موجود ہیں) ۔

صفحۂ اول

دیکھنا قسمت کہ آپ اپنے پہ رشک آ جائے ہے
میں اسے دیکھوں بھلا کب مجھ سے دیکھا جائے ہے

ہاتھ دھو دل سے یہی گرمی گر اندیشے میں ہے
آبگینہ تندیِ صہبا سے پگھلا جائے ہے

[1]غیر کو یارب وہ کیوں کر منع گستاخی کرے
گر حیا بھی اُس کو آتی ہے تو شرما جائے ہے

شوق کو یہ لت کہ ہر دم نالہ کھینچے جائیے
دل کی وہ حالت کہ دم لینے سے گھبرا جائے ہے

دور چشمِ بد تری بزمِ طرب سے واہ وا
نغمہ ہو جاتا ہے واں گر نالہ میرا جائے ہے

گرچہ ہے طرزِ تغافل پردہ دارِ رازِ عشق
پر ہم ایسے کھوئے جاتے ہیں کہ وہ پا جائے ہے

اُس کی بزم آرائیاں سن کر دلِ رنجور یاں
مثلِ نقشِ مدّعائے غیر بیٹھا جائے ہے

۱- یہ مصرع کاتبِ غزل نے اس طرح نقل کیا ہے :
غیر کو کیونکر وہ یا رب . . .

[1] ہو کے عاشق وہ پری رخ اور نازک بن گیا
رنگ کھلتا جائے ہے جتنا کہ اڑتا جائے ہے

نقش کو اس کے مصور پر بھی کیا کیا ناز ہیں
کھینچتا ہے جس قدر اتنا ہی کھنچتا جائے ہے

سایہ میرا مجھ سے مثلِ دود بھاگے ہے اسد
پاس مجھ آتش بجاں کے کس سے ٹھہرا جائے ہے

●

گرمِ فریاد رکھا شکلِ نہالی نے مجھے
تب اماں ہجر میں دی بردِ لیالی نے مجھے

نسیہ و نقد دو عالم کی حقیقت معلوم
لے لیا مجھ سے مری ہمّتِ عالی نے مجھے

کثرت آرائی وحدت ہے پرستاریِ وہم
کر دیا کافر ان اصنامِ خیالی نے مجھے

زندگی میں بھی رہا ذوق فنا کا مارا
نشہ بخشا غضب اس ساغرِ خالی نے مجھے

۱- کاتب نے یہ مصرع یوں لکھا ہے : ''ہو کے عاشق وہ پری وش اور نازک بن گیا'' مگر لفظ ''وش'' کے اوپر لفظ ''رخ'' بھی درج کیا ہے -

ہوسِ گل کا تصور میں بھی کھٹکا نہ رہا
عجب آرام دیا بے پروبالی نے مجھے

بسکہ تھی فصلِ خزانِ چمنستانِ سخن
رنگ شہرت نہ دیا[1] تازہ خیالی نے مجھے

جلوۂ خور سے فنا ہوتی ہے شبنم غالب
کھو دیا سطوتِ اسمائے جلالی نے مجھے

صفحۂ دوم

پھر کچھ اک دل کو بے قراری ہے
سینہ جویائے زخمِ کاری ہے

پھر جگر کھودنے لگا ناخن
آمدِ فصلِ لالہ کاری ہے

قبلۂ مقصدِ نگاہِ نیاز
پھر وہی پردۂ عماری ہے

چشم دلّالِ جنسِ رسوائی
دل خریدارِ ذوقِ خواری ہے

۱- کاتب نے یوں لکھا ہے : ''رنگ شہرت ندیا نادیا تازہ خیالی نے مجھے''۔

وہ ہی صد رنگ نالہ فرسائی
وہ ہی صد گونہ اشک باری ہے

دل ہوائے خرام ناز سے پھر
محشرستانِ بے قراری ہے

جلوہ پھر عرضِ ناز کرتا ہے
روز بازارِ جاں سپاری ہے

پھر اسی بے وفا پہ مرتے ہیں
پھر وہی زندگی ہماری ہے

پھر کھلا ہے درِ عدالتِ ناز
گرم بازارِ فوجداری ہے

ہو رہا ہے جہان میں اندھیر
زلف کی پھر سرشتہ داری ہے

پھر دیا پارۂ جگر نے سوال
ایک فریاد و آہ و زاری ہے

پھر ہوئے ہیں گواہِ عشق طلب
اشک باری کا حکم جاری ہے

دل و مژگاں کا جو مقدمہ تھا
آج پھر اس کی روبکاری ہے

بے خودی بے سبب نہیں **غالب**
کچھ تو ہے جس کی پردہ داری ہے

●

چاہیے خوباں کو جتنا چاہیے
یہ اگر چاہیں تو پھر کیا چاہیے

صحبتِ رنداں سے واجب ہے حذر
جائے مے اپنے کو کھینچا چاہیے

دل تو[1] ہو اچھا نہیں ہے گر دماغ
کچھ تو اسبابِ تمنا چاہیے

چاہنے کو تیرے کیا سمجھا تھا دل
بارے اب اس سے بھی سمجھا چاہیے

چاک مت کر جیب بے ایّامِ گُل
کچھ اُدھر کا بھی اشارا چاہیے

دوستی کا پردہ ہے بیگانگی
منہ چھپانا ہم سے چھوڑا چاہیے

اپنی رسوائی میں کیا چلتی ہے سعی
یار ہی ہنگامہ آرا چاہیے

۱- کاتب : ''دل کو۔''

صفحۂ سوم

دشمنی نے میری کھویا غیر کو
کس قدر دشمن ہے دیکھا چاہیے

منحصر مرنے پہ ہو جس کی اُمید
نا اُمیدی اُس کی دیکھا چاہیے

ق

چاہتے ہیں خوب رویوں کو اسد
آپ کی صورت تو دیکھا چاہیے

غافل ان مہ طلعتوں کے واسطے
چاہنے والا بھی اچھا چاہیے

●

وہ آکے خواب میں تسکینِ اضطراب تو دے
ولے مجھے تپشِ دل مجالِ خواب تو دے

[1]کرے ہے قتل لگاوٹ میں تیرا رو دینا
تری طرح کوئی تیغِ نگہ کو آب تو دے

دکھا[2] کے جنبشِ لب ہی تمام کر ہم کو
نہ دے جو بوسہ تو منہ سے کہیں جواب تو دے

۱- کاتب : ''کرے قتل لگاوٹ میں . . . .''
۲- کاتب : ''دیکھا جنبش لب ہی . . . .''

یہ کون کہوے ہے آباد کر ہمیں لیکن
کبھی زمانہ مرادِ دلِ خراب تو دے

پلا دے اوک سے ساقی جو ہم سے نفرت ہے
پیالہ گر نہیں دیتا نہ دے ، شراب تو دے

اسد خوشی سے مرے ہاتھ پاؤں پھول گئے
کہا جو اس نے ذرا میرے پاؤں داب تو دے

●

کبھی نیکی بھی اس کے جی میں گر آ جائے ہے مجھ سے
جفائیں کرکے اپنی یاد ، شرما جائے ہے مجھ سے

خدایا جذبۂ دل[1] کی مگر تاثیر اُلٹی ہے
کہ جتنا کھینچتا ہوں اور کھنچتا جائے ہے مجھ سے

وہ بدخو اور میری داستانِ عشق[2] طولانی
عبارت مختصر ، قاصد بھی گھبرا جائے ہے مجھ سے

۱- پہلے 'جذبہ'' کے بعد 'الفت' لکھا ہے ، پھر اسے کاٹ دیا ہے اور آگے مصرع موجودہ شکل میں لکھا ہے -
۲- کاتب : ''داستانِ شوق طولانی'' لطف یہ ہے کہ یہاں کے شعروں میں کہیں کہیں غالب کی تحریر کی بھی جھلک نظر آتی ہے -

[1]اُدھر وہ بدگمانی ہے اِدھر یہ ناتوانی ہے
[2]نہ پوچھا جائے ہے اُس سے نہ بولا جائے ہے مجھ سے

سنبھلنے دے مجھے اے نا اُمیدی[3] کیا قیامت ہے
کہ دامانِ خیالِ یار چھُوٹا جائے ہے مجھ سے

ہوئے ہیں پاؤں ہی پہلے نبردِ عشق میں زخمی
نہ بھاگا جائے ہے مجھ سے نہ ٹھہرا جائے ہے مجھ سے

صفحۂ چہارم

قیامت ہے کہ ہووے مدّعی کا ہم سفر غالب
وہ کافر جو خدا کو بھی نہ سونپا جائے ہے مجھ سے

●

مدت ہوئی ہے یار کو مہماں کیے ہوئے
جوشِ قدح سے بزم چراغاں کیے ہوئے

کرتا ہوں جمع پھر جگرِ لخت لخت کو
عرصہ ہوا ہے دعوتِ مژگاں کیے ہوئے

۱- کاتب : ''اودہر وہ بدگمانی ہے ایدہر یہ ناتاوانی ہے''۔
۲- کاتب : ''نہ پوچھا جائے ہے مجھ . . . ''۔
۳- 'نا امیدی' کو 'نا امید' درج کیا ہے مگر پھر بھی یہ مصرع غالب کا لکھا ہوا معلوم ہوتا ہے۔

پھر وضعِ احتیاط سے رکنے لگا ہے دم
برسوں ہوئے ہیں چاک گریباں کیے ہوئے

[1]پھر پرسشِ جراحتِ دل کو چلا ہے عشق
سامانِ صد ہزار نمک داں کیے ہوئے

پھر بھر رہا ہوں خامۂ مژگاں بخونِ دل
سازِ چمن طرازیِ داماں کیے ہوئے

باہمدگر ہوئے ہیں دل و دیدہ پھر رقیب
نظارہ و خیال کا ساماں کیے ہوئے

دل پھر طوافِ کوئے ملامت کو جائے ہے
پندار کا صنم کدہ ویراں کیے ہوئے

پھر شوق کر رہا ہے خریدار کی طلب
عرضِ متاعِ عقل و دل و جاں کیے ہوئے

دوڑے ہے پھر ہر ایک گل و لالہ پر خیال[2]
صد گلستاں نگاہ کا ساماں کیے ہوئے

۱- اس سے ماقبل کا شعر اس نقل میں شامل نہیں ہے - کاتب سے شاید سہواً حذف ہو گیا ہے -
۲- کاتب : ''دوڑے ہے ایک گل و لالہ پر خیال'' -

صفحۂ پنجم

پھر چاہتا ہوں نامۂ دلدار کھولنا[1]
جاں نذرِ دل فریبیِ عنواں کیے ہوئے

ڈھونڈے ہے پھر کسی کو لبِ بام پر ہوس
زلفِ سیاہ رخ پہ پریشاں کیے ہوئے

مانگے ہے پھر کسی کو مقابل میں[2] آرزو
سرمے سے تیز دشنۂ مژگاں کیے ہوئے

اک نوبہارِ ناز کو چاہے ہے پھر نگاہ
چہرہ فروغِ مے سے گلستاں کیے ہوئے

جی ڈھونڈتا ہے پھر وہی فرصت، کہ رات دن
بیٹھے رہیں تصوّرِ جاناں کیے ہوئے

پھر دل میں ہے کہ در پہ کسو کے پڑے رہیں
سر زیرِ بارِ منّتِ درباں کیے ہوئے

غالب ہمیں نہ چھیڑ کہ پھر جوشِ اشک سے
بیٹھے ہیں ہم تہیّۂ طوفاں کیے ہوئے

۱- کاتب: ''پھر ہتا (بجائے 'چاہتا' کے) ہوں نامۂ اعمال ('اعمال' کا لفظ کاٹ دیا ہے) دلدار کھولنا''۔
۲- کاتب نے ''مقابل'' کے بعد ''میں'' نہیں لکھا۔